JOURNAL OF RESEARCH (URDU)

ISSN (Print): 1726-9067, ISSN (Online):1816-3424
Volume No. 41, Issue No.02

JOURNAL'S PROFILE

Journal of Research (Urdu) is a bi-annual "Y" category journal approved by Higher Education Commission of Pakistan.
It started in 2001 from Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan). At that time, it was owned by the Faculty of Languages & Islamic Studies. Later in 2008, Higher Education Commission of Pakistan recognized it as a research journal of Urdu in Category "Z". Since then, it is owned by the Department of Urdu, BZU, Multan. In 2014, it was upgraded and accepted for Category "Y".

CONTACT

Dr. Muhammad Asif
Editor, Journal of Research
Department of Urdu, BZU Multan-60800

MOBILE:
+92 333 6062921

WEBSITE:
https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

EMAIL:
jorurdu@bzu.edu.pk
muhammadasif12@bzu.edu.pk

ADDRESS

Office of the Journal of Research (Urdu), Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan

TITLE OF THE PAPER

اردو ادبی تنقید، مابعد جدید تھیوری: اطلاقی جہات

AUTHOR(S)

* **Saira Bano**
Ph.D Scholar, Department of Urdu
National College of Business Administration & Economics, Multan
** **Dr. Muhammad Shakeel Pitafi**
Chairman, Department of Urdu,
National College of Business Administration & Economics, Multan

CONTACT

* sb2036693@gmail.com
** shakilpitafi@gmail.com

HISTORY OF THE PAPER

Received on:	Nov 27, 2025
Accepted on:	Dec 30, 2025
Published on:	Dec 31, 2025

DETAIL(S)

Volume No. 41, Issue No. 02, Page No: 14-35
Publisher:
Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University
Multan (Pakistan)-60800

LICENSE

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

COPYRIGHT

©The author(s) 2025. ©Journal of Research (Urdu) 2025.
This publication is an open access article.

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

* سائرہ بانو ** ڈاکٹر محمد شکیل پتافی

اردو ادبی تنقید، مابعد جدید تھیوری: اطلاقی جہات

Urdu literary criticism: Applied dimensions of postmodern theory

ABSTRACT

The method of explanation interpretation and understanding of literary criticism does not adhere to any fixed and defined rules and regulations. Modern critical theories are a clear proof of this. This concept has also been proven by western critics with evidence; A holistic perspective is an essential component of literary study. For this, the mutual integration of different modern critical theories is important aspects of my PhD research thesis Titled ''Urdu Applied Criticism: An Analytical Study with Reference to Representative Indian and Pakistani Critics have been included in this Article, in which the tradition of Urdu applied criticism and the applied aspects of postmodern criticism are discussed. In which western critics on literary criticism. The views of western critics and their impact on Urdu critics and the intellectual enlightenment of thinkers and critics have been highlighted. it is noteworthy that Urdu literary criticism has moved towards a scientific and philosophical perspective, separate from the tradition of praise and admiration and in the light of various sciences, Romantic, psychological, socio. Marxist, structuralist, linguistic, modern and postmodern critical trends have been applied. they adopted the method of criticism and introduced a new paradigm of literary understanding. in the historical background of applied criticism, Dryden, Richards, Matthew Arnold, Eliot, Coleridge are notable thinkers, while in Urdu, Hali, Shibli, Imdad Amam Aser, Wahiduddin Salim, Mehdi Afaadi are notable. In modern and postmodern critical concepts, applied criticism has embarked on an evolutionary journey based on tradition. detailed light has been shed on this. The discussion on the basis of postmodernism and its multifaceted tendencies is worth considering, which has been examined in Urdu through important questions so that objectionable aspects can be clarified. opposition to and resistance to the diverse trends and ideologies of postmodernism are important topics of the contemporary era . these aspects are discussed in this article.

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

KEYWORDS
Interpretation, theories, perspective, component, integration, applied, enlightenment, philosophical, paradigm, embarked, multifaceted historical, evolutionary, tendencies, examined, Contemporary

ادبی تنقید کی توضیح و تشریح کے لیے ''ادب'' کی جانچ پرکھ اور تفہیم اہم ہے ادبی تنقید کا طریق کار کسی مقرر و متعین قاعدے اور ضابطے پر کاربند نہیں ہے۔ادبی تنقید کے مروج نظریات اس کی روشن دلیل ہیں۔ان نظریات کے تحت ادبی تنقید کا انداز خاص امشکل اور پیچیدہ سامنے آتے ہیں۔ یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ "ادب" کی تعبیر و ترجمانی کا کوئی مقرر و متعین پیمانہ بروئے کار نہیں لایا جا سکتا۔ڈیوڈ ڈچز ادبی مطالعے کے مخصوص طرز پر روشنی ڈالتے ہیں اور اپنے مخصوص انداز میں ادب کی شعور و آگہی دیتے ہیں۔

ڈیوڈ ڈچز(1791ـ1846)لکھتے ہیں:

> "Every effective literary critics some fact of literary art and develop our awareness with respect to it."(1)

ڈیوڈ ڈچز کے مطابق ادب کا مطالعہ کلی نوع کی بصیرت کو لازمی قرار دیتا ہے۔ جس کے لیے مختلف تنقیدی رویوں کا باہمی امتزاج اہم کڑی ہے۔ ٹی۔ایس۔ایلیٹ(1888ـ1965) اور ایف۔ آر۔ لیوس (1885ـ1976)نامور ناقدین بھی اس حقیقت کے معترف ہیں کہ ادب کے مطالعے کا کوئی طریقہ اپنے آپ میں مکمل تعین شدہ نہیں اور اس کی کارفرمائی لامحدود نہیں ہے۔ایلیٹ ہئیتی تنقید کے حوالے سے واضح انداز میں دوسرے تنقیدی رویوں سے مدد لینے پر زور دیتا ہے۔وہ لکھتا ہے۔

> ''واضح ہو کہ تنقید کا کام محض ادبی کارناموں کی تفہیم و تحسین بھی ہے۔Evaluation نہیں اس کی قدر شناسی۔''(2)

ادب چونکہ زندگی کی ترجمانی اور تفسیر کا عمل ہے۔اس کی متنوع اقسام ہیں۔خواہ مواد یا موضوع کی بنیاد پر کی جائے یا ہئیتی فن کی بنیاد پر ہر دو اطراف مختلف جہات سے ادبی تخلیقات کے تنوع اور پیچیدگی کا پہلو ابھرتا ہے۔ مجموعی طور پر ادب کے مفہوم و منصب کے تعین میں مختلف ناقدین اور ادبی قارئین کے مزاج میں اختلافات واضح ہوتے ہیں۔

تاریخی مطالعے سے ادب کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔ جن سے ادب کی حقیقت وماہیت پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ادب دراصل اپنی اصل میں "فن لطیف" ہے جو جمالیاتی پہلوؤں کا ترجمان ہوتا ہے۔ادبی اظہار احساسات کے انداز میں نشاط و ترنم،حظ ولطف اور موثر جذبات کے ابھارنے اور تزکیہ نفس کی ذہنی مسرت کا ذریعہ ہے۔

> "Art is most simply and most usually defined as an attempt to create pleasing forms. Such forms satisfy our sense of beauty and the sense of beauty Is satisfied when we are able to appreciate a unity and harmony of formal relations among our sense perceptions."(3)

ٹالسٹائی (1828۔1910) نے آرٹ کو خطوط، رنگوں، اصوات والفاظ کے وسیلے سے کسی احساس اور جذبے کو انسان تک منتقل کرنے کے عمل کو قرار دیا ہے۔ وہ قاری میں بھی انہی جذبات واحساسات کے ابھرنے کا خواہش مند ہے اس کے الفاظ میں:

> "To evolve in one self a feeling one has experienced and by means of lines. Colours, sounds or forms expressed in words so to transmit that feeling that others experience the same feeling that is the activity of art." (4)

ادب ایسا فن ہے جس کا مطالعہ فنون لطیفہ کے خواص اور جزئیات کو مد نظر رکھ کر کرنا لازمی ہے۔ حامد اللہ افسر (1895۔1974) تفہیم ادب کے لیے لکھتے ہیں:

> "مصنف جس چیز کو الفاظ کے اشارات و علامات کے ذریعہ ظہور میں لاتا ہے۔ وہ حالات اور واقعات یا موجودات کا خارجی اور بیرونی منظر نہیں ہوتا بلکہ حالات وواقعات اور موجودات سے انسان کا تعلق اور اشیاء سے جو نقش اور جو اثر اس کے دل ودماغ پر ہوا ہے اس کا اظہار کرتا ہے۔ وہ امارات یا جنگل یا پہاڑ یا دریا یا وادی کا نقشہ نہیں کھینچتا بلکہ ان چیزوں سے جو اثر اس کے دل پر یا اور لوگوں کے دل پر ہوا ہے اور جو خیالات پیدا ہوئے ہیں۔ ان کو الفاظ میں بھر دیتا ہے۔ یہی ادب ہے پس ادب روداد ہے انسان کے دل ودماغ پر خارجی موجودات کے نقوش واثرات کی اور ان خیالات کی جو ان نقوش واثرات کے ذریعہ اس کے دل میں پیدا ہوئے۔"(5)

اردو کے نامور نقاد ڈاکٹر سید عبداللہ (1906۔1986) نے ادب کے موضوع پر ایک طویل معلوماتی مضمون لکھا جس میں ادب میں حسن کے پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے وہ در حقیقت ادب کو فارم اور ہیئت سے منسلک

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

کرتے ہیں اور اسی پر زور دیتے ہیں۔ادب کے اس پہلو کو انگریزی مقولے سے نمایاں کیا ہے۔

> "Literature is the interpretation of life through the medium of words, externally it is nothing more than arrangement of words and words are nothing more than the combination of sounds and senses."(6)

ترجمہ: ادب زندگی کی ترجمانی ہے الفاظ کے وسیلے سے، الفاظ جو حسیات واصوات کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ادب کے صوری پہلو انہیں الفاظ کی موزوں ترتیب سے عبارت ہے۔

ممتاز انگریزی نقاد نارتھراپ فرائی (1912۔1991) کے نزدیک ادب میں واقعاتی سچائی کی پیش کش صرف جزو کی حیثیت سے زیادہ اہم نہیں ہے۔ وہ ادب کو ایسا لفظی ڈھانچہ قرار دیتا ہے جو خود مکتفی اور مقصود بالذات ہے ادب کی اصلا صورت حال پر لکھتے ہیں۔

> "In literary questions of fact or truth are subordinated to the primary literary aim of producing a structure of words for its own sake. Where are we have autonomous verbal structure of this kind we have literature."(7)

ادب کی تفہیم اور مطالعے کے اہم اور بنیادی پہلوؤں کو مکمل ضوابط کے تحت پیش کرتے ہوئے "ابو ذر غفاری نے اپنی کتاب "جدید ادبی و تنقیدی نظریات" میں لکھا کہ :

> ''ادب کا کام کسی قسم کی اطلاع یا معلومات فراہم کرنا نہیں ہے، ادب اپنی اصل کے اعتبار سے واقعاتی نہیں تخیل اظہار ہے۔اس میں مجرد فکر اور حقیقت کے اظہار کی کوئی گنجائش نہیں۔یہ دراصل فکر کو احساس میں تبدیل کرنے کا عمل ہے۔ادب کو اس بناء پر محسوس خیال کے اظہار سے تعبیر کیا گیا ہے جسے الفاظ کے ذریعے مرئی پیکر عطا کیا جاتا ہے۔ادب کے بارے میں زیادہ واضح الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ فکر، جذبے اور تخیل کو ہم آمیز کرنے کا عمل ہے جو ایک متناسب شکل اور پیکر میں جلوہ گر ہو کر ہماری جمالیاتی حس کی تسکین اور آسودگی کا سبب بنتا ہے۔ ادب اسی خصوصیت کی وجہ سے ادب بنتا اور غیر ادب سے ممیز ہوتا ہے۔ ادب اپنا مواد یقینا زندگی اور معاشرے سے اخذ کرتا ہے لیکن ادیب کا تخیل اسے نئی زندگی اور تب وتاب عطا کرتا ہے اور اس میں صداقت اور معنویت کے نئے گوشے اجاگر کرتا ہے۔''(8)

تفہیم ادب کی بے شمار باریک و دقیق تعریفوں وضاحتوں کے بعد ادبی تنقید کے لیے راہ ہموار ہو جاتی ہے۔

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

ادبی تنقید کے لیے یہ پہلا قدم قرار دیا جا سکتا ہے۔

احساس فکر، سیاسی، معاشی، ثقافتی شعور اور تہذیب و جمالیات کی عکاسی کسی معاشرے کے ادبی تناظر میں نمایاں کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ ادب وہ صفحہ ءقرطاس ہے۔ جس پر انسانی وجود کے ظاہری و باطنی تجربات کا بہ احسن اظہار ممکن ہے۔انسانی شعور کی حقیقت سے آشکار کرنے کی ذمہ داری ہر عہد کے ادب میں فکری مکالمہ تہذیبی واخلاقی اقدار کے اجتماعی رویے، رجحانات اور عہد بہ عہد ترتیب و ترویج دیے جانے والے نظریات سے مکمل ہوتی ہے۔ادب کی مکمل اور بھرپور ترجمانی ادبی تنقیدی تسلسل میں پوشیدہ ہے۔ عصری تنوعات سے تنقیدی فکری وسعت میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا ہے۔ مثلاً شاعری کے ساتھ فکشن کی اصناف میں ناول،افسانہ،انشائی اصناف کے سامنے آنے سے تنقیدی جہات بدلتی گئیں اور ادبی تنقید نے تحسین و آفرین کی روایت سے الگ سائنسی اور فلسفیانہ نقطہ ءنظر کی جانب قدم بڑھائے اور مختلف علوم کی روشنی میں رومانوی، نفسیاتی، سماجی،مارکسی، ساختیاتی، لسانی جدید اور مابعد جدید تنقیدی رجحانات نے اطلاقی طریق تنقید کو اپنایا اور ادبی فہم کو نئے پیراڈائم سے متعارف کروایا۔

اطلاقی تنقید کے تاریخی پس منظر و روایت کا جائزہ لیا جائے تو اس کا آغاز مغربی ادب میں ڈرائیڈن سے ہوا۔ اور اس سلسلے میں آئی۔ اے۔ رچرڈس، میتھو آرنلڈ (1822۔ 1888)، جانسن، ٹی۔ایس۔ ایلیٹ اور کولرج (1772۔1864) کی کارکردگی قابل ذکر ہے۔ڈرائیڈن (1631۔1700) نے انگریزی ادب میں تقلیدی روش کو رد کرتے ہوئے یونانی اور فرانسیسی ادبی معیارات کے تقابل کو غیر ضروری قرار دیا کیونکہ ادبی اصول عصری تناظرات سے تبدیلی کے زیر اثر ہونا فکری رویہ ہے۔ ڈرائیڈن ادب میں مقامی رجحان کو فوقیت دیتا تھا۔ تہذیبی، ماحولیاتی، ثقافتی تغیرات کے حوالے سے فرانسیسی اور یونانی ادبی رویے انگریزی ادب سے یکسر مختلف تھے۔ تو ان کی پرکھ کے معیارات کو بھی تغیر پذیر ہونا فطری امر ہے۔ اس نے موثر عملی اور اطلاقی تنقید کو اپنایا۔ ڈرائیڈن جہاں ادبی مسرت آفرینی کا قائل ہے وہیں مقصدیت پسندی کو بھی نظرانداز نہیں کرتا۔ اس نے تخلیقی سطح پر انسانی جذبات و احساسات کے اتار چڑھاؤ پر بغور توجہ کی۔ اور اپنی فکری مہمیز کے لیے شیکسپیئر (1564۔1616) اور چاسر (1340۔1400) کو منتخب کیا۔ ڈرائیڈن کو عموماً انگریزی ادبی تنقید اور نوکلاسیت کے رجحان میں بانی کا درجہ دیا جاتا ہے۔ کولرج انگریزی ادب میں نمایاں تنقیدی افکار کا فعال نقاد ہے۔ اس نے اپنی کتاب "بائیو گرافیا لٹریریا" میں ورڈزورتھ کے تنقیدی نظریات و خیالات پر توضیحی اور تصریحی انداز اختیار کیا۔ شاعرانہ صداقت کے حوالے سے

کولرج معیاری اسلوب کو مناسب سمجھتا ہے۔ جو روز رہ مبتدل زبان پر مشتمل ہے اور متوازن ترتیب کو مد نظر رکھتا ہے۔ کولرج اصطلاح سازی کے لیے ورڈز ورتھ کی فکر کو یوں بیان کرتا ہے۔

> ''اتناہی کم اتفاق میں (ورڈز ورتھ) کی اس بات سے کرتا ہوں کہ ان اشیاء سے جن سے دیہاتی کو ہر وقت سروکار رہتا ہے زبان کا بہترین حصہ تشکیل پاتا ہے۔ کیونکہ اگر ایک شے سے سروکار رکھنے کے معنی ایسی واقفیت کے ہیں جس سے غور کرنے میں مدد ملے تو ایک ان پڑھ دیہاتی کا مبلغ علم اور اس کا ذخیرہ الفاظ بہت محدود ہوتا ہے وہ صرف ان چند چیزوں اور طریق عمل کو انفرادیت بخش سکتا ہے۔ جو اس کی جسمانی آسائش و آرام سے تعلق رکھتے ہیں۔ رہی نیچر کی باقی چیزیں تو وہ ان کا اظہار چند مبہم اصطلاحات و الفاظ کے ذریعے کر سکے گا۔''(9)

عملی تنقید میں مغربی ناقدین نے عصری رجحانات کی ترجمانی سے تخلیقی تجربے کی درجہ بندی بھی کی ہے۔ جانسن (1746۔1794) تخلیقی فن کو ایک پہلو قرار دیتا ہے۔ اور شعری حقیقت کو آفاقی نوعیت قرار دیتا ہے۔ یعنی تخلیقی تجربہ کسی ایک عہد، سماجی شعور اور زمانے کی تخلیقی رو سے اپنے تنقیدی افکار کی وضاحت بھی کرتا ہے۔ جانسن لکھتا ہے:

> ''ذہن مستقبل صداقتوں سے آسودہ ہوتا ہے۔ شیکسپئیر کے ڈراموں میں عالمگیر انسانی فطرت اور اعادات و اطوار کا عکس ملتا ہے۔ بدلتے ہوئے فیشن، غیر مستقل تصورات اور کسی خاص مقام کے رسوم و رواج نہیں ہیں۔ اس کے ڈرامے ہمہ گیر انسانیت کے علم بردار ہیں جو دنیا میں ہر جگہ موجود ہے۔ اور ہر زمانے کا مشاہدہ ثابت کر سکتا ہے۔''(10)

جانسن ادبی آفاقیت پر زور دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ ایسا ادب جو صرف انسانی فطرت کا ترجمان ہی نہ ہو بلکہ انسانی پر تنقیدی فکر کو پیش کرتا ہے: "Elegy" ''فطرت پر نیا علم متعارف کروانا لازمی امر ہے وہ گرے کی کتاب

> ''اس نظم میں ایسی تصویریں ہیں جن کا عکس ہر ذہن پر موجود ہے اور اس میں ایسے جذبات ملتے ہیں جن کی گونج ہر سینے میں سنائی دیتی ہے۔''(11)

میتھو آرنلڈ نے ادبی شاعری سے ادبی تنقید کی جانب فکری سفر طے کیا اور شاعرانہ حکمت کو تنقید حیات قرار دیتا ہے۔ اس کے نزدیک تنقید دراصل زندگی کا معروضی اور غیر جانبدارانہ مطالعہ ہے جو اعلیٰ اقدار و روایات کی دریافت اور انسانی، اخلاقی فطرت کے دائرے کو مکمل کرتی ہے۔ وہ شاعری کے لیے تازگی خیال، حلاوت، روشن خیالی

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

عقل و حسن اور موضوعات واسلوب و بیان کی سنجیدگی اور اس کی پرکھ کے حوالے سے روایت سے استفادہ کرتا ہے۔ اور ہومر (آٹھویں صدی قبل مسیح)، دانتے (1265۔1302)، ملٹن (1608۔1674)، شیکسپئیر کے شعری مزاج کی پیروی کی۔ اور شعری میزان کے لیے ان شعراء کے اصولوں کو منتخب کیا۔ آرنلڈ اپنے تنقیدی معیارات کے ذریعے اعلیٰ شاعری کے پیمانے میں پوپ (1688۔1744)، ہرنس، چاسر کو شامل نہیں کرتا۔ وہ لکھتا ہے"

> ''زندگی اور دنیا کو اپنی شاعری میں برتنے سے پہلے شاعر کے لیے خود زندگی اور دنیا کے اسرار و رموز سے پوری طرح واقف ہونا ضروری ہے اب جب کہ زندگی اور دنیا بہت پیچیدہ چیزیں بن گئی ہیں۔ جدید شاعری کی تخلیق کے لیے ضروری ہے کہ تنقیدی شعور اور تنقیدی کاوش اس کے اندر موجود ہو ورنہ تخلیق بذات خود سطحی اور بے وقعت ہو گی اسی لئے بائرن (1788۔1824) کی شاعری میں ہمیشہ زندہ رہنے کی قوت کم نظر آتی ہے۔"اس کے بر خلاف گوئٹے (1749۔1832) کی شاعری میں یہ قوت اسی وجہ سے زیادہ ہے۔''(12)

آئی۔اے۔ رچرڈس نامور انگریزی نقاد اپنے تنقیدی طریق کار میں سائنسی انداز کو اپناتا ہے اور سائنٹیفک طریق تنقید سے ادب کی تفہیم اور پرکھ کا انداز اختیار کرتا ہے۔ قدیم ادبی اصطلاحات اور ادبی اصناف کو رد کرتا ہے۔ وہ نئی عصری اقدار کا حامی دکھائی دیتا ہے آئی۔اے۔ رچرڈس کے مطابق ایک تجربہ کار نقاد کے لیے ایک مخصوص تجربے کی صلاحیت لازمی ہے۔ اور مختلف تجربات کی درست تفہیم کے لیے الگ الگ تقسیم کرے اور اس کے ساتھ نقاد کے لئے ادبی اقدار کا مقرر معیار لازمی ہے۔ ڈاکٹر عقیل (1928) اپنی تصنیف " سماجی تنقید اور تنقیدی عمل "میں اس طرح لکھتے ہیں رچرڈس نے ہندوستانی طلباء سے انگریزی تنقید پر مفصل گفتگو کی ہے اور نظموں کی عملی تنقید پر وضاحت کی ہے:

> ''شیلی کی مشہور نظم ''ODE to the west wind'' کا تجزیہ کرکے عملی تنقید کی اہمیت واضح کی الفاظ کا شعور شاعر کے ذہن سے اس کا تعلق ایک خاص وقت میں ایک لفظ اور صرف ایک مخصوص لفظ ہی وہ جگہ گھیر سکتا ہے جبکہ دوسرا بے جوڑ ہوتا ہے فکر کے بہاؤ میں معانی کس طرح غائب ہو کر شعر کی فضا کو متاثر کرتے ہیں۔ بحر اور ان کے آہنگ کی کیا اہمیت ہوتی ہے۔ ان سب باتوں پر نظم 60 کے سہارے انہوں نے بحث کی۔''(13)

یہ متن شاعری کی اصناف نظم کے تجزیے اسلوب، کیفیات، ماحول، معانی، مطالب کے جائزے سے مراد

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

عملی واطلاقی تنقید کی روایت انگریزی ادب کی خصوصیت رہی ہے۔ مغربی تنقید میں عملی تنقید کا جو طریق کار مروج رہا اس کے تناظر میں رچرڈس کی تعریف کے مطابق اردو تخلیقی ادب اور تنقید میں عملی واطلاقی تنقید کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ مولانا الطاف حسین حالی (1914 1837) کی تنقیدی تحریریں جن میں مقدمہ شعر وشاعری میں شعری اصناف غزل، مثنوی اور قصیدہ میں تنقیدی اشارات ابتدائی نقد شعر کے نمونے ہیں۔ شعراء کے تذکرے اور ان کی شاعری پر بنیادی ابتدائی نوعیت کے تبصرے اہم ہیں۔ اس کے علاوہ اردو تقاریظ اور تبصرے جو ابتدائی اردو کتب، رسائل واخبارات پر لکھے گئے اہمیت کے حامل ہیں۔

مولانا شبلی نعمانی (1857۔1914) کی تصانیف میں عملی تنقید کے اولین نمونے اہمیت رکھتے ہیں۔ شعر العجم میں شعراء کے کلام اور شعری تذکروں میں تنقید قابل ذکر ہے۔ غزل، نظم، مرثیہ، مثنوی اور قصائد پر تنقیدی تبصرے شعری اصولوں اور ادبی تنقید کے اصول متعین کرنے کے لیے اہم ہیں۔ موازانہ انیس ودبیر کو مد نظر رکھیں تو خالصتاادبی و عملی تنقید کی اہم دستاویز ہے شبلی کی عملی تنقید خصوصا شعر العجم میں تنقید کے علاوہ تشریح و توضیح کا پہلو نمایاں ہے کیونکہ انہوں نے معنی کی تصریحات اور شعری انتخاب کو بے جا استعمال کیا ہے۔ اور تمام شعراء کے خاص کلام کو بالمقابل منتخب کرتے ہیں اور شعری خصوصیات نمایاں کر دیتے ہیں شعری کلام کی خصوصیات میں تکرار کا تاثر نمایاں ہوتا ہے۔ جو شعری تنقید کا عکس نمایاں کرتی ہے۔ شعر العجم اور موازانہ انیس ودبیر پر تنقیدی طریق کار میں کلام کی ترتیب وتوازن، فصاحت و بلاغت روز مرہ کا باقاعدہ برتنا، استعارات و تشبیہات پر مباحث کے ساتھ موضوعاتی وضاحت کلام کی مجموعی خصوصیت پر تفصیلی بحث کو مد نظر رکھتے ہیں۔

مولانا محمد حسین آزاد (1830۔1910) کے ہاں عملی اور اطلاقی تنقید کے اولین نمونے "آب حیات" سخندان فارس"' اکثر وبیشتر "اور دیوان ذوق" میں کم کم نظر آتے ہیں شبلی کی تنقید میں تقابلی رجحان کے واضح نمونے ملتے ہیں اردو شعراء کی برتری کا رجحان موازنے میں غیر متوازی رویہ نمایاں کرتا ہے۔ تذکروں کی تنقیدی روایت میں تقابلی تنقید میں نمایاں ہے جس کی عملی تنقید مثالی اہمیت کی حامل ہے۔ وحید الدین سلیم اور مہدی افادی کی عملی تنقید میں ادبی تخلیقی صلاحیتوں کی وضاحت کی گئی مگر اس تنقیدی رجحان میں شدت پسندی اور انتہا پسندی سب سے الگ ملتی ہے۔ اور امداد امام اثر (1849۔1934) کی "کاشف الحقائق" بھی عملی واطلاقی تنقید کی اہم روایت ہے ڈاکٹر محی الدین قادری زور (1905)، ابن فرید (1845۔1901)، شمس الرحمن فاروقی (1935۔2020) نے عملی

تنقید میں بہترین نمونے پیش کئے اور جدید علوم ورجحانات کو اردو ادبی تنقید میں مد نظر رکھا اور مخصوص شعری اصناف میں اپنے نظریات کے تناظر کو بیان کیا۔ عملی واطلاقی تنقید کا جہاں ذکر ہو وہاں کلیم الدین احمد (1901) کی کتاب "اردو تنقید پر ایک نظر" نے تذکروں میں مختلف تنقیدی نمونے تنقیدی اصولوں کی روشنی میں پیش کئے اور اردو عملی تنقید کی مکمل روایت عہد بہ عہد مرتب کر دی ہے۔

ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے عملی واطلاقی تنقید کے اہم اصول ترتیب دیئے ہیں۔ جن کے تحت تخلیق پر اور ادبی تحریر پر تنقید معاون ہوئی۔ اس کی بہترین مثال روح تنقید کی پہلی اشاعت میں سحر البیان میر حسن کی مثنوی پر عملی تنقیدی اصولوں پر اہم تجزیاتی مضمون لکھا ہے۔ ڈاکٹر محی الدین زور صوری و معنوی پہلو پر عملی تنقید میں نمایاں کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک مغربی تنقیدی روایت میں معنوی پہلو اہم ہیں اور مشرقی تنقید میں صوری اصول تنقید پر زیادہ توجہ دی گئی۔ انہوں نے خود دونوں اصولوں کے استعمال پر بحث کی ہے۔ ان کی عملی تنقید پر مغربی اصول اور تنقیدی اثرات بالکل واضح ہیں۔ ڈاکٹر سید محمد عقیل نے اردو عملی واطلاقی تنقیدی روایت پر اپنے خیالات اس طرح پیش کئے ہیں۔

> ''تنقید کا عملی پہلو یہی ہے کہ کہنے والے کے سلسلہ ء خیال اور فکر و نظر کی بازگشت جو خواہ کسی مکتب خیال سے وابستہ ہو کر وجود میں آتی ہو، پڑھنے سننے والے تک پہنچ سکے اور جو کچھ کہنے والے پر گزر رہی ہے، اس سے سننے والا کماحقہ واقف ہو جائے پھر کہنے کے انداز سے اس قدر متعارف ہو سکے کہ اس تمام فنی اور ادبی گھماؤ اینچ پیچ تک اس کی نظر اسی طرح پہنچ جائے کہ وہ اس مخصوص رنگ و آہنگ کی تفہیم میں کوئی دقت محسوس نہ کرے۔''(14)

عملی اور اطلاقی تنقیدی روایت اپنے متعین اصولوں میں وقتاً فوقتاً تدریجی اقدام شامل کرتی رہی ہے۔ نظیر صدیقی عملی تنقید کے لیے اہم نکات بیان کرتے ہیں۔ مشترک متون کا تقابل بے حد ضروری ہے تاکہ حقیقی متن کی حیثیت ثابت کی جاسکے۔ نقاد اپنے روایتی مطالعے کی روشنی میں موازنے کی صورت حال پیدا کرنے کے لئے اسے تشبیہ استعارہ کی رنگارنگی الفاظ کا بنت، صوتی آہنگ تلازمات کی پیکر تراشی پر گرفت مضبوط رکھی ہو گی جس سے وہ مفہوم کی دنیا کو نئے جہان سے آگاہ کرنے میں کامیاب ہو گا۔

عملی تنقید کے اطلاقی نمونوں میں علم و عروض و بیان پر اہم تنقیدی اشارات میسر ہیں۔

1۔ بحر الفصاحت (مولوی نجم الغنی رامپوری) (قدرت نقوی۔ مرتب بحر الفصاحت، مجلس ترقی ادب، 1999ء)

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

2۔حدائق بلاغت (شمس الدین فقیر مرتب امام بخش صہبائی، لکھنوء1842)

3۔دریائے لطافت (انشاءاللہ خاں انشاء۔مترجم پنڈت دتاتریہ کیفی۔عبدالحق انجمن ترقی اردو1988)

4۔اردو کا اپنا عروض (گیان چند جین۔دہلی۔اردو کا اپنا عروض۔انجمن ترقی اردو1990)

یہ تمام کتب اردو عروض میں عربی و فارسی سے اصول مستعار لیتی ہیں۔

یہ حقیقت مسلم ہے کہ آغاز میں اردو تنقید میں نقل نویسی اور تقلیدی روش نظریات ور جحانات پر نمایاں تھی، مگر اطلاقی و عملی تنقید میں نئی مثالیں اور تجربات نے تنقید کے لیے نئی راہیں متعین کیں۔

بابائے اردو مولوی عبدالحق(1870۔1961)دریائے لطافت کے مقدمے میں رقمطراز ہیں:

> ”سید انشاء نے دوسرے صرفیوں اور نحویوں کی طرح(حالانکہ وہ بعد میں ہوئے ہیں)آنکھوں پر پٹی باندھ کر عربی و فارسی کی تقلید نہیں کی بلکہ انھوں نے زبان کی فطرت اور ساخت کو سمجھ کر اس کے اصول قائم کئے ہیں۔ان کی حیثیت مقلد کی نہیں بلکہ مجتہد کی ہے،انشاء کی یہ آزادی نظر سب سے زیادہ قابل تعریف ہے۔“(15)

مجموعی طور پر یہ تمام مثالیں اردو عملی واطلاقی تنقید کے لیے موئثر دلیل ہیں جو آغاز سے ہی لسانی، فکری اور جمالیاتی خود مختاری کا تنقیدی راستہ بن جاتی ہے۔

اردو تنقید میں بدلتے رجحانات کے ساتھ ہی مختلف ناقدین نے اپنی تنقیدی تھیوریز کو مختلف انداز میں منطبق کیا جس سے اردو تنقید کا دامن نئے رجحانات کے لیے وسعت نظری اختیار کرنے لگا۔ گرچہ تنقیدی تنگ نظری بھی ساتھ ساتھ متضاد تصورات کی صورت میں پنپتی رہی۔ مگر مباحث سنجیدگی سے جگہ بناتے گئے۔ بعدازاں،اطلاقی تنقید کا تصور بھی مختلف ادباءاور ناقدین کے ہاں مختلف جہتوں سے سامنے آیا۔ڈاکٹر سلیم اختر(1934۔2018)لکھتے ہیں:

> ”جب نظری تنقید سے وضع کردہ اصولوں کی روشنی میں ادبی تخلیقات کے حسن و قبح کو اجاگر کیا جائے تو وہ اطلاقی تنقید کہلاتی ہے۔ایک ہی نقاد نظریہ سازی کے ساتھ ساتھ اطلاقی تنقید بھی کرتا ہے۔“(16)

اردو ادبی تنقید میں اطلاقی رویوں کو اساسی اصول پر سید احتشام حسین (1912۔1936)اپنے خیالات یوں بیان کرتے ہیں:

> ”ہر فن کے ارتقاء کی تاریخ مختلف ہے۔خود ادب کے مختلف اصناف کے مطالعہ میں ان اختلافات

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

کو پیش نظر رکھنا ہو گا۔ کیونکہ ہر صنف کے فنی مطالبات مختلف ہوتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نظریہ تنقید بھی ہر جگہ بدل جائے گا کیونکہ تنقید تو حقائق کے جانچنے کے اصولوں پر مبنی ہے اس میں حقائق کے ظاہری شکل کے لحاظ سے ضروری ترمیم کرنے کی ضرورت پیش آئے گی اور بس زبان کے استعمال، صنائع بدائع، معانی و بیان تلمیحات محاکاتی حسن واقعہ نگاری کے متعلق ہر صنف ادب کے لحاظ سے رائے قائم کی جائے۔۔۔ عملی تنقیدی نظریات تنقید کا استعمال نہیں ہے شعر و ادب کے نمونوں کے لیے یہ نظریے شعر و ادب کو جانچنے اور پرکھنے کے دوران میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور کہیں سے بن کر نہیں آئے۔"(17)

ہند و پاک میں ادبی تنقید موثر انداز میں اپنی روایت کے بل بوتے پر اطلاقی و عملی تنقید کے تحت ارتقائی مراحل طے کرتی رہی ہے۔ ابتدائی عروضی و بیانی انداز بیان کے تجزیوں سے لے کر قواعد اردو کے ساختیاتی و لسانی انتقاد تک پہنچی۔ سید عابد علی (1906۔1971) عابد کے شعری تجزیات، ڈاکٹر سلیم اختر کے نفسیاتی تناظرات، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ (1931۔2022) کے لسانی و ساختیاتی و شعری رجحانات، ڈاکٹر ناصر عباس نیر (1965) کے جدید لسانی مباحث کے تطابق ڈاکٹر وزیر آغا (1922۔2010) کے امتزاجی تنقیدی رجحانات کے فروغ میں فکری تسلسل اور نظری و عملی مباحث کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا یہی ادبی تنقیدی ارتقاء اردو تنقید کو قابل فخر عروج عطا کرنے ہی نہیں بلکہ علمی و فکری افکار و رجحانات اور جدید مابعد جدیدیت کے اہم رویوں کو جذب کرنے کا باعث بھی ہے جس سے اردو تنقید میں اطلاقی تنقید نے قابل ذکر روایت کی داغ بیل ڈالی دی ہے۔

مابعد جدید تھیوری۔ مفہوم تعارف و تجزیہ اطلاقی جہات:

مابعد جدیدیت کی اساس ان جدید مباحث پر استوار ہے جو لسانی تھیوری سے وابستہ ہیں مابعد جدیت اردو ادبی تنقید میں اہم سنگ میل کی حیثیت اختیار کر چکی ہے مختلف ناقدین نے اس کے آغاز کے حوالے سے مختلف آراء کا اظہار کیا ہے اور اکثریت 90 کی دہائی کو اردو تنقید میں اس کے متعارف کروانے کا درست وقت قرار دینے پر متفق ہیں۔ یہ وہ وقت تھا جب اردو ادبی تنقیدی مباحث میں مختلف دبستانوں سے منسلک ناقدین اور مفکرین اپنی تصانیف اور ادبی جرائد و رسائل میں ساختیات کے سنجیدہ اور لسانی مباحث کی توضیح و تشریح پر مصروف عمل تھے اسی دوران مغربی ادبی حلقوں میں مابعد جدیدیت پر مکالمے کی بازگشت گونج رہی تھی چونکہ اردو ادبی تنقید میں مابعد جدیدیت کے مباحث و مسائل پر رد و قبول کا رجحان تاخیر سے سامنے آیا۔ یہ بھی قابل فکر صورتحال ہے کہ دنیا کے تمام ادبی، سماجی حلقوں میں

نئے تنقیدی مباحث کے آغاز و عروج کا سازگار ماحول وہ ہوتا ہے جب پہلے مروج مباحث ور جحانات ورویے اپنا اثر بکھیر چکے ہوتے ہیں۔ مختلف مسائل اور مباحث زیر بحث ہو کر سوالات کے توسط سے ان پر رائے دے کر مکمل کر لیتے ہیں۔ اور ان مباحث کی تمام جہات سامنے آنے پر یکسانیت اور جمود کو توڑ کر فکری سپیس تازہ رجحانات و مباحث کو پنپنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ اردو تنقید میں بھی مابعد جدیدیت کے فکری مباحث ورویوں نے نئے مخاطبے کو شروع کیا۔ کوئی بھی فکر اپنے دائرہ کار میں اپنے مدلل مباحث و مسائل اور سوالات ادبی و ثقافتی اور زمانی ولا زمانی پیراڈائم کا تعین کرتی ہے۔ اردو میں مابعد جدیدیت کے حوالے سے چند اہم سوالات اساسی نوعیت کو ظاہر کرتے ہیں۔

1۔ مابعد جدیدیت کا مطلب کیا ہے؟ 2۔ اردو تنقید میں مابعد جدیدیت کے رجحان کا آغاز ہو چکا ہے؟ 3۔ جدیدیت کی موجودگی میں مابعد جدیدیت کیوں ضروری ہے؟ 4۔ مابعد جدیدیت کو تھیوری یا صورت حال سے کیا مراد لیا جائے کیوں ضروری ہے؟ 5۔ مابعد جدیدیت در حقیقت جدیدیت کو رد کرتی ہے یا اس کی توسیع کا باعث ہے؟ 6۔ مابعد جدیدیت تھیوری، رجحان کی اہمیت کیا ہے؟ اور اس کے بنیادی اسباب و مسائل کیا ہیں؟ اور سب سے اہم سوال یہ ہے کہ 7۔ کیا مابعد جدیدیت کوئی مغربی رویہ یا رجحان ہے؟ اور اردو ادبی تنقید پر اس کی موجودگی سے مغربی تنقید کے اثرات کس حد متاثر کن ہیں؟ ان کے اساسی نوعیت کے مسائل و مباحث کے حوالے سے اردو ادبی تنقید میں اہم نمائندہ ناقدین کی فکری توضیحات قابل فہم صور تحال پیش کرتی ہیں۔ جو مابعد جدیدیت کے لیے سازگار قبولیت کا ماحول ترتیب دینے میں معاون ہیں۔

ڈاکٹر ناصر عباس نیر لکھتے ہیں:

> ”جیسا کہ سب جانتے ہیں، مابعد جدیدیت کا کوئی واحد، مستند متن نہیں ہے۔ مابعد جدیدیت مرکزیت، کلیت، استناد اور اتھارٹی کے خلاف ہے۔ یہ افتراق، لا مرکزیت، اضافیت اور تکثیریت کی علم بردار ہے۔ چنانچہ اردو ناقدین نے بھی مابعد جدیدیت کی مختلف تعبیریں کی ہیں، بعض نے مابعد جدیدیت کے کچھ عناصر پر اور بعض نے دیگر عناصر پر زور دیا ہے مگر چوں کہ مغرب سے مابعد جدیدیت کو در آمد کیا گیا ہے، اس لیے بنیادی زاویہ نظر میں اشتراک بھی موجود ہے۔“(18)

مابعد جدیدیت کے مباحث سے مجموعی جائزے سے یہ حقیقت واضح ہوتی گئی کہ یہ ترقی پسند تحریک کی

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

طرح کوئی بہ ضابطہ رجحان، نظریہ یا تحریک نہیں ہے۔ جو ایک ہی شدت کے ساتھ متنوع یا متضاد تصورات و فکری عمل کی حامل ہونہ ہی یہ کہ انقلابی نظریہ ہے۔ گہرائی سے جانچا جائے تو یہ مابعد جدیدیت بے شمار تفکیری رویوں کو کھول بھی رہی ہے اور رد بھی کر رہی ہے وہ رویے، رجحانات جو انفرادی اور اجتماعی فکری رجحان کا سبب بھی ہیں جو مقامی اور بین الاا قوامی سطح پر سائنسی، و علمی، ثقافتی، معاشی اور سماجی، سیاسی تغیرات کا باعث ہیں۔ جس میں بے شمار متضاد اور مشترک نظریات کے اجتماع کی بدولت گلوبلائیشن کی اصطلاح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئی ہے۔ بیسویں صدی کرہء ارض پر اضطراب و انقلاب سے دوچار صور تحال کی عکاسی ہے بلاشبہ مابعد جدیدیت کے دائرہ کار میں یہی انتشار و اضطراب مختلف تصورات کے پیرائے ڈھل کر ابھرے ہیں۔ فلسفیوں اور ناقدین نے اپنے زاویہ نظر سے ان متنوع تناظرات کو جانچا پرکھا اور ادبی تنقید کا حصہ مابعد جدیدیت کے مباحث اپنے ہمراہ ادب، سیاست و مذہب فنون لطیفہ، فن تعمیر، فیشن، کلچر غرض ہر شعبہ ءزندگی کے پہلو کو جذب کئے ہوئے ہیں۔

مابعد جدیدیت کی اصطلاح کا تعارف اور تفہیم و توضیح کے حوالے سے نامور، مغربی مفکر، مورخ سماجی دانشور آرنلڈ ٹوائن بی کا نام سب سے لیا جاتا ہے۔ آرنلڈ ٹوائن بی کی کتاب اہم دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس کے حوالے سے چارلس جینکس اپنی The study of History , vol : 8 میں اس اصطلاح کی وضاحت کے لیے لکھتا ہے کہ پوسٹ 1989 What is Post.modernism تصنیف ماڈرن ازم کی اصطلاح کا استعمال ٹوائن بی کی کتاب میں کیا گیا ہے اس نے اپنی کتاب 1938ء میں مکمل کی اور 1947ء میں شائع کروائی۔ اس کے ساتھ مابعد جدیدیت کو دوسری عالمی جنگ کے تباہ شدہ ڈھانچے میں ثقافتی اقدار کی نمایاں شکست و ریخت، انسانی، اخلاقی سماجی، معاشی تباہ حالی کا بیان اور اس دوران بین التہذیبی صور تحال میں مابعد جدید عہد بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی توضیح مغربی تناظر میں اس طرح بھی کی گئی ہے Multi. Culturalism

> "Post. Modernism: A general (and sometimes controversial) Term used to refer to changes, developments and tendencies Which have taken place (and are taking place) in literature, art, Music, architecture, philosophy etc."(19)

اس طرح مابعد جدیدیت کے متنوع موضوعات پر بحث نمایاں ہوتی ہے۔ اور متنوع موضوعات کی بحث پر مختلف نکات اجاگر ہوئے ہیں۔ اور مابعد جدیدیت کے وسیع دائرے میں علمی ادبی، فلسفیانہ، سماجی، سیاسی بشریاتی نفسیاتی

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

فنی علوم کا متزاج حاوی ملتا ہے عصری تصورات و نظریات کی عکاسی اس طرح کی گئی ہے۔

> “Post modernism is most fruitfully viewed as a variety of perspectives on our contemporary situation. This means seeing postmodernism not so much is a thing. More as a set of concepts and debates. We might even go so far as to say that postmodernism can best be defined as that very set of concepts of debates about postmodernism it self.’’20

ان تعریفوں کے حوالے سے مابعد جدیدیت کو ثقافتی و سماجی صورتحال قرار دیا گیا ہے۔ جس میں سائنسی، معاشی، سماجی تبدیلیاں اساس بنتی ہیں ناصر عباس نیر اسے تھیوری اور سماجی و ثقافتی صورتحال سے مماثل قرار دیتے ہیں:

> ’’مابعد جدیدیت بیک وقت صورتحال اور تھیوری (اینٹی تھیوری بھی) ہے اور ان دونوں کے ربط باہم سے عبارت بھی صورت حال سے مراد بیسویں صدی کے آخری حصے کی مجموعی ثقافتی صورت حال ہے۔ اور تھیوری" سے مراد وہ فکر ہے جو جدیدیت اور ساختیات کی تنقید اور فرانس میں 1968ء میں طلباء کی بغاوت اور الجیریا پر فرانس کے حملے کے بعد سامنے آئی ہے۔‘‘(21)

مابعد جدیدیت کے مختلف تناظرات کے ساتھ اسے حقیقت پسندی پر مصر قرار دیا گیا ہے۔ اس کا امتیازی وصف پہلے سے موجود رجحانات کی راسخ حدود کا انہدام بھی ہے۔

> “Postmodernism rejects the distinction between high and popular art which was important in modernism, and believes in excess, in goodness and in , bad taste, Mixtures of qualities.’’(22)

مغربی ادب اور تنقید میں مابعد جدیدیت کو فکری مباحثہ بنانے والے مفکرین میں اہم فرانسیسی ناقدین شامل ہیں ان میں جے۔ ایف لیو ٹارڈ۔ فریڈرک جیمسن اور ژاں بودریلا (1929۔2007) اہمیت کے حامل ہیں۔ یہی دانشور مابعد جدید ادب کے لیے نظریات فراہم کرنے کا باعث سمجھے جاتے ہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ مابعد جدید فکری ادب متن کی یکسانیت کو وحدت سے نکال لیتا ہے۔ اور فن میں معنوی آزادی کا تصور دیتا ہے۔ قرآت محض سادہ طریق کار نہیں یہ متن کو مسلسل حصار سے نکالنے کا ذریعہ ہے۔ اور قاری پر معانی کی تفہیم اور کثرت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ جو معنی متن سے وابستہ ہیں اسی کے ساتھ واپسی تفہیم لازمی ہے۔ یہاں مصنف کی بجائے قاری کی آئیڈیا

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

لوجی ہمہ جہت گردانی جاتی ہے۔ ساختیات کو مابعد جدیدیت کے عالمی منظر میں شامل کرنے کے لیے رولاں بارتھ (1866۔1944)کا مقالہ "مصنف کی موت" خاصیت کا حامل ہے۔ مشل فوکو(1926۔1984)کے ساتھ جیکس دریدا (1930۔ 2004)نے مابعد جدیدیت کی فکر میں سوالات اور مباحث کا اضافہ کیا۔ اس تفہیم کو فرانسیسی مفکر ہیبرما(1929۔178)س روایت سے منسلک کرنے کا باعث ہے۔

مابعد جدید اصطلاح کی متعین مقرر تعریف زندگی کی حرکت و حرارت کی فضیلت سے گریز ہے۔اس میں علوم وفنون کو زیر بحث لایاجاتاہے، علم الاانسان فن تعمیر، مصوری، شاعری وفکشن کے ساتھ فلسفہ و تنقیدی رجحانات سب پراس وسیع اصطلاح کا اطلاق ہوا ہے۔ کیونکہ مابعد جدیدیت ایک کثیر المعانی اصطلاح ہے جو ایک مفہوم،ایک تعمیرایک فریم سے گریز کانام ہے۔ہیبرماس کے خیال میں یہ عصر حاضر کے فرانسیسی مفکروں کی نئی فکر سے ماخوذ ہے۔ وہ اسے فرانسیسی رجحانات تک محدود قرار دیتا ہے۔ جبکہ مجموعی رجحانات کے تناظر میں یورپ امریکہ میں اہم ناقدین ادباء اور مفکرین نے اسی نئی جہت کو بھرپور انداز میں اختیار کر لیا ہے۔اس کے فروغ میں توضیح و تشریحات میں اہم کردارادا کیا۔

اردو ادبی تنقید میں مابعد جدید تصورات تنقید کو توضیح و تشریح کے متعلق مختلف ناقدین اوردانشوروں نے توضیحی و تشریحی تصورات کی مختلف جہتیں متعارف کروائیں ہیں کہیں تو اس کے اساسی تصورات مکمل ہوئے اور کہیں اسے رد کرنے کا انداز شدت سے ابھرا ہے جبکہ اس کی وضاحت کے منضبط اور قطعی حوالے سے کوئی حتمی رائے سامنے نہیں آرہی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ مابعد جدیدیت کی انفرادیت، رنگارنگی اور نظری تکثیریت بھی ہے۔ اردو مابعد جدیدیت کے مختلف فکری اور ذہنی تناظرات کے لیے چند نمائندہ ناقدین کی آراء درج ذیل ہیں۔ دیوندر اسر(1928۔2012)لکھتے ہیں:

"ہمارا عہد جدیدیت کے دور سے نکل کر مابعد جدیدیت کے دور میں داخل ہو چکا ہے۔ مابعد جدیدیت موجودہ انسانی صورتحال پر ایک اہم مباحثہ بن چکی ہے۔"(23)

اسی طرح مابعد جدیدیت کی فکری جہتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے ضمیر علی بدایونی تحریر کرتے ہیں:

"مابعد جدیدیت ایک ایسی اصطلاح ہے جو مختلف علوم کی شیرازہ بندی کرتی ہے علم الاانسان سے لے کر فن تعمیر اور مصوری کی اور شاعری اور فکشن سے لے کر فلسفہ اور تنقید تک سب پر اس

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

اصطلاح کا اطلاق ہو سکتا ہے لیکن ان تفصیلات کی کثرت میں وحدت کا نقش نہیں ابھرتا۔ یہ ایک کثیر المعانی اصطلاح ہے جو ایک مفہوم ایک تعبیر اور ایک فریم کی موجودگی کی نفی کرتی ہے۔"(24)

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے ایک نئے انداز کو اجاگر کیا ہے۔

"حقیقت یہ ہے کہ آزاد تخلیقیت اور آزاد مکالمہ (مابعد جدیدیت) نئے عہد کا دستخط ہے۔"(25)

فہیم اعظمی اپنے خیال کو مابعد جدیدیت کے آغاز کی توضیح کے لیے یوں پیش کرتے ہیں:

"یہ صحیح ہے کہ اس (مابعد جدیدیت) کے اثرات 1980ء میں نمایاں ہونے شروع ہو گئے تھے۔"(26)

وہاب اشرفی کے مطابق، مابعد جدیدیت نئی جہتوں کے منفرد تضادات کو نمایاں کرنے کا باعث ہیں۔

"مابعد جدیدیت دراصل اس فکر کی تلاش کا ایک پہلو ہے جس میں زندگی کے کچھ ایسے امور جنہیں ہم یکسر رد نہیں کر سکتے وہ سامنے آ جائیں، مثلاً یہ زندگی میں اچھائیاں بھی ہیں۔ زندگی کے کچھ پہلو سیاہ ہیں تو کچھ بہت روشن پہلو بھی ہیں، زندگی یک رنگ نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہوتا تو آدمی پہلے ہی دن خودکشی کیوں نہ کر لے۔ مر کیوں نہ جائے۔ زندگی کو بھرپور طریقے سے جینے کا سبق مابعد جدیدیت سے ملا ہے پھر یہ بھی کہ مایوسی، انسان کا مقدر نہیں۔"(۲۷)

ڈاکٹر وزیر آغا نے مابعدیدیدیت کی تعریف میں مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"مجموعی اعتبار سے اردو ادب کو جدیدیت اور ہائی ماڈرن ازم نے نسبتاً زیادہ متاثر کیا ہے۔ مابعد جدیدیت کے ساخت شکن اثرات کسی حد تک آئے ہیں۔"(28)

مابعد جدیدیت تھیوری یا تحریک ہے یا ایک جدید رجحان بن کر مثبت اور منفی رویوں کی پیروی کرتی ہے۔ اس حوالے سے قدوس جاوید نے اپنے فکر کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"مابعد جدیدیت عام مفہوم میں تھیوری نہیں اور نہ تحریک ہے بلکہ ایک نئی "صورتحال ہے" جس کی تشکیل متضاد و متخالف دانشورانہ لہروں کے ان گنت دائروں سے ہوئی ہے، یہ صورتحال اپنے اندر متعدد متنوع شعبوں کے مثبت و منفی امتیازات اور نامساعد کو سمیٹے ہوئے

توں(Inadequacies)(29)‘‘ ہے۔

مجموعی طور پر مابعد جدیدیت مختلف فکری پہلوؤں سے ایک ایسی صورت حال مراد لیا جاتا ہے جو1980ء کے اردو تنقید کا حصہ بنی گذشتہ دو عشرے سے سماجی، فکری منظر نامے پر بے شمار انسانی مسائل کا بحران ابھرا اور معاشرتی و ثقافتی خرابیاں مابعد جدیدیت کے اہم موضوعات بن گئیں یہ متنوع صورتحال مابعد جدیدیت کو واحدانی نہیں بلکہ تکثیری رجحان کہا جاتا ہے۔ یہ کیثرالامرکز ہے۔

مابعد جدیدیت کے فکری تناظر کی وسعت کے لیے جدیدیت کا جائزہ لینا ضروری ہے جدیدیت اور مابعد جدیدیت کے درمیان باہمی تعلق کی نوعیت کیا ہے؟ یہ حقیقت اہم ہے مابعد جدیدیت جدیدیت اور ترقی پسند تحریک کا ماخذ مغربی رجحانات ہیں۔اس حقیقت کے تحت مابعد جدیدیت سے آگاہی اور مانوسیت دوسری طرف جدیدیت کے فکری پہلوؤ سے انحراف مراد تھا اس طرح اردو دانشوروں میں تین رجحانات پروان چڑھے جو نمایاں فکری تنوعات کو بھی سامنے لانے کا باعث ثابت ہوئے۔

مابعد جدیدیت کو یا تو مکمل اختیار کیا جائے اور گذشتہ نقطہ ء نظر کو مکمل مسترد کر دیا جائے۔ یا پھر مابعد جدیدیت سے کلی انحراف کر کے اسے اردو ادبی تنقید میں غیر متعلقہ رجحان اور مغربی پروپگنڈہ قرار دیا جائے۔اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ جدیدیت کے تصورات کو مابعد جدیدیت سے منسلک کرنے کے لیے امتزاجی تصور تنقید کا سہارا بنا کر اپنایا جائے۔ یہ ہم آہنگی اور توازن توجہ طلب بنا۔اس فکری انتخاب میں تین قسم کے گروہ سامنے آئے۔

مابعد جدیدیت کو مکمل طور پر قبول کرنے والے گروہ میں نمائیدہ ناقدین ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ضمیر علی بدایونی، مغنی تبسم، وہاب اشرفی، نظام صدیقی، حامدی کاشمیری، صلاح الدین پرویز، قاضی افضال حسین، حقانی القاسمی، احمد سہیل، شافع قدوائی، ابوالقلام قاسمی، عتیق اللہ شامل ہیں۔

اسی دوران ہم مابعد جدیدیت سے انحراف یا احتراز کرنے والے مفکرین کی فکر کو بھی نظرانداز نہیں کرسکتے گرچہ انہوں نے آغاز میں مدلل انداز میں رد کیا مگر بعد میں بتدریج مابعد جدیدیت کے بے شمار مباحث میں حصہ ڈالا ہے۔ان ناقدین میں ڈاکٹر شمس الرحمن فاروقی، شمیم حنفی، محمد علی صدیقی، ریاض صدیقی اور یگر بے شمار مفکرین اور دانشوروں کے نام شامل ہیں۔ جبکہ امتزاجی رجحان سے مطابقت رکھنے والے گروہ میں وزیر آغا، فہیم اعظمی، مناظر عاشق ہرگانوی، رؤف نیازی، دیوندر اسر، شین کاف نظام، اقبال آفاقی، رفیق سندیلوی نے اپنی اعتدال و توازن پر مبنی

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

فکر کو جدیدیت اور مابعد جدیدیت کے تصورات میں ہم آہنگی اور ربط و توازن کی فکر کو پیش کیا۔ اور مباحث کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے نظریات وضع کئے۔ ان مختلف جہات سے متعلق جو نکات سامنے آئے ان سے اردو تنقید کے دامن عصری مباحث اور ادبی و سماجی انتشاری مسائل کو جگہ ملی خصوصانئے متنی، ساختیاتی اور پس ساختیاتی مبحث نے مابعد جدیدیت کے تصور پر متنوع پہلوؤں کے توسط سے روشنی ڈالی۔ گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں:

"مابعد جدیدیت، جدیدیت کی ضد نہیں ہے۔ مابعد جدیدیت جدیدیت سے الگ بھی ہے، اور اس سے انحراف بھی۔۔۔ گویا اس (مابعد جدیدیت) کو سمجھنے کے لیے سابق کے قضایا کا حوالہ ضروری ہے۔"(30)

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ مابعد جدیدیت کو مقامی و عالمی سطح پر اہم گردانتے ہوئے تسلیم کرتے ہیں جدیدیت کا دور ختم ہوااور مابعد جدیدیت کی نوعیت کیا ہے؟ وہ پھر لکھتے ہیں

"ہر تبدیلی چوں کہ اپنی خاص نوعیت رکھتی ہے اس لیے اپناپیمانہ بھی وہ خود ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ جدید تر (مابعد جدید) تبدیلی کو بھی سابقہ پیمانوں کی مدد سے ناپایا سمجھا نہیں جا سکتا۔"(31)

جب ہم امتزاجی رجحان کے حامل دانشوروں کی رائے کے مطابق مابعد جدیدیت کو سمجھتے ہیں تو وزیر آغا نے دہلی سمپوزیم 1996ء میں اس پر بحث کو ان نکات میں پیش کیا کہ جن عناصر کو مابعد جدیدیت سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ اس میں سے اکثر پہلے ہی جدیدیت سے وابستہ رہے ہیں۔ وزیر آغا نے ڈسکورس کے دائرے کی لامحدود صورتحال، جڑوں کی تلاش کی بحث، غیر متعلقہ وابستگی کا ارتداد، معنی کی تکثیریت ایک متن کی بناء پر نیا متن کی تشکیل، نئی تنقید اور ساختیاتی طریق کار یہ تمام مبحث جدیدیت جوڑ دیے۔ فہیم اعظمی نے بھی گوپی چند نارنگ سے انحراف کیا اور مابعد جدیدیت کے مباحث کی تفہیم کو آزاد فکر پر منتج ہونے پر زور دیا۔

"اگر ایسا ہے تو نہ بین المتنیت ہو گی نہ بارتھ اور نہ ارسطو، ہیگل، ہیڈگر، برگساں، اور ہیوم کے حوالے درست ہوں مطالعے کی ضرورت اس لیے Diachronic گے زبان کے نہیں ہوتی کہ وہ ہر دور میں مکمل ہوتی ہے۔"(32)

ایک اور اہم نقطہ قابل توجہ ہے کہ مابعد جدیدیت ترقی پسندی اور جدیدیت کا انحراف نہیں ہے۔ مابعد جدیدیت سے وابستہ ناقدین میں ٹیری ایگلٹن، فریڈرک جیمسن، نومارکسی مفکر آلتھیوسے اور پیئر ماشیرے اہمیت کے حامل ہیں مابعد جدید کی اہم اصطلاحات قرآت کا تغافل، بین المتونیت، ثقافتی ڈسکورس معنیاتی تکثیریت، ساختیات اور

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

پس ساختیاتی مباحث سے معنوی طور پر منسلک ہیں۔ان کی تفہیم میں اغلاط کااندیشہ لاحق ہو جائے گا۔ان کی مماثلت کی وضاحت کے ساتھ ان کے افتراق کو مد نظر رکھنا ضروری ہے عموماجدید تنقیدی مباحث کی عدم دلچسپی یا کم توجہی پر بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مابعد جدید رجحانات کے تحت ادبی متن کی توضیح و تفہیم موئثر نہیں ہے۔یعنی ساختیات و پس ساختیات،رد تشکیل،تانیثی رجحان قاری اساس تنقید،نوتاریخیت مابعد نوآبادیات یہ سب ادبی متن کی تشریح وتوضیح اور تجزیات نئی جہات اور نئے پہلو دریافت کرنے کا باعث ہیں۔ جبکہ مابعد جدید نظریات کی مخالفت میں یہ غلط تصور عام ہے کہ مابعد جدید نظریات کے تناظر میں تجزیاتی اطلاقی مطالعات ممکن نہیں یا کوئی مطالعات میسر نہیں جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے بے شمار مفکرین اور ناقدین نے نہ صرف ان رجحانات کے فروغ، تراجم، توضیح وتصریح میں اہم کردار ادا کیا ہے بلکہ ان کی تفہیم کے مراحل میں عملی توضیح بھی پیش کیں ہیں۔ یہ تمام اطلاقی نمونے ادبی متن کے متنوع معنیاتی جہات کو سامنے لانے کا باعث بنتے ہیں کیونکہ انہیں کسی دوسری تھیوری اور تنقیدی طریق کار سے توضیح وتصریح کے منہاج تک لانا ممکن نہیں۔ڈاکٹر گوپی چند نارنگ اسی پر روشنی ڈالتے ہیں:

> ”ہر تخلیق تھیوی کے بطن سے ابھرتی ہے،خواہ وہ تخلیق کار کو اس کا احساس ہو یا نہ ہو، جب تخلیق کار حسن وخوبی کے کسی معیار کو پانے کی کوشش کرتا ہے، حسن وخوبی کا کوئی تصور رکھتا ہے۔یا زبان کے اظہاری پیرایوں سے جمالیاتی وسائل میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے تو ایسا کسی نہ کسی تھیوری کے احساس کی رو سے کرتا ہے۔“(33)

مابعد جدید عملی اور اطلاقی تنقید کے تجزیے سے وضاحت قابل توجہ ہے کہ ادبی تخلیق کے طریق کار کے عمل میں تھیوری کی اہمیت لازمی ہے تو رجحان یا نظریہ کا انحراف یا بے جا اعتراض کار غلط تصور ہوتا ہے۔ڈاکٹر ناصر عباس نیر نے مابعد جدیدیت کی عصری اہمیت عملی جہت پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ”مابعد جدیدیت ادبی متن کو نظر انداز نہیں کرتی، متن کو جانچنے اور کھولنے کے کسی ایک طریقے کے استناد کو رد کرتی ہے۔ یہ اردو تنقید کو مابعد جدیدیت کی خصوصی دین ہے۔ علاوہ ازیں یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ ارسطو سے دریدا تک کوئی نقاد محض ادب کے مطالعے تک محدود نہیں رہا۔ادبی نظریہ سازی کا مواد ادبی متن ہے مگر نظریے کی تشکیل کے لیے جس منطقی فریم ورک کو بروے کار لایا جاتا ہے۔وہ فلسفیانہ یا سائنسی یا مختلف ذہنی رویوں کا امتزاج ہوتا ہے۔ یوں نظریہ سازی میں ایک حد تک ادبی متن سے گریز ناگزیر ہوتا ہے۔ مگر یہ گریز دراصل ایک

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

ایسی سپیس کو متشکل کرتا ہے۔جہاں ادبی نظریہ متن کی تفہیم و تجزیے کے نئے امکانات کی نمود کرتا ہے۔"(34)

روایتی ادبی تنقید میں مابعد جدیدیت کے آغاز کے لیے 1990ء کی مدت حتمی ہے کیونکہ یہیں سے مابعد جدیدیت پر باقاعدہ مباحث اور مکالمہ پر گفتگو ہوئی۔مابعد جدیدیت کے متنوع رجحانات اور نظریات کی مخالفت اور مزاحمتی رجحان موجودہ عصری صورتحال میں بھی جاری ہے۔اس میں وہ فکری رجحان جو اپنے مقررہ محدود سوچ اور قدامت پسندانہ رویہ کے عادی ہیں اور اپنی سوچ پہ ثابت قدم ہیں اور تغیر اور بدلاؤ کے جدید رجحان کو قبولنے کے لیے موافق حالات کے لیے تیار نہیں، نئی تبدیلیوں اور زاویوں سے دور بھاگتے ہیں دوسرے گروہ میں ترقی پسند رجحان کے حامل لوگ جن کا اعتراض ہے کہ مابعد جدیدیت مغربی استعماری سازش کا نمونہ ہے وہ مابعد جدیدیت کو تیسری دنیا کے سماجی و فکری مسائل کو الجھاتی ہے ترقی پسند فکر رکھنے والے ناقدین ہر مغربی رجحان و رویے کو سازش سے مماثلت دیتے ہیں اور سیاسی پروپیگنڈا قرار دے کر رد کرتے ہیں۔اردو تنقید اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کے باشعور قاری اور ناقدین بین العلومی نوعیت کی تشکیل شدہ تھیوریز کے ساتھ کھلے اور کشادہ ذہن سے ہم کلام ہوں مصافحہ اور مکالمہ کی فضا پیدا کی جائے تاکہ اردو جدید تھیوریز کو عالمی تناظر میں جاری تنقیدی بصیرت سے دوچار کیا جاسکے اور نئے دور سے آگاہی ہوسکے۔

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

حوالہ جات وحواشی

1. Wilfred Gueri, Critical approaches to literature, (Lahore: Sange Meel Publication or Karachi: Oxford University Press, 1966), Page 393
2. Ibid, Page 488
3. Herbert Read, The meaning of Art (Karachi: Oxford Unversity Press, 1931), Page 191
4. Ibid, Page 191-192

5۔ (حامد اللہ افسر۔ تنقیدی اصول اور نظریے ص38۔37) یہ کتاب نقد الادب کے نام سے بھی شائع ہوئی۔
W.basil worsff. اس کتاب میں مباحث Judgement in literature

6۔ ایضاً، ص38۔39

7. Northrop Frye, An atomy of criticism , (Princeton N.J: Oxford University Press, 1957), Page 74

8۔ ابوذر غفاری، مرتبہ، جدید ادبی و تنقیدی نظریات (آزاد دائرہ العارف)، ص108

9۔ خورشید جہاں، جدید اردو تنقید پر مغربی تنقید کے اثرات (دہلی: انجمن ترقی ہند، 1989)، ص90

10۔ ایضاً، ص90

11۔ ایضاً، ص91

12۔ ایضاً، ص94

13۔ ایضاً، ص94

14۔ محمد عقیل، سماجی تنقید اور تنقیدی عمل (نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، 1980)، ص169

15۔ پنڈت دتا تریہ کیفی، مترجم، دریائے لطافت، مصنف، سید انشاء اللہ خاں انشاء، (دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، 1988)، ص: دیباچہ

16۔ سلیم اختر، تنقیدی دبستان، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 1997)، ص25

17۔ سید احتشام حسین، تنقید اور عملی تنقید (لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکادمی، 2005)، ص15

18۔ ناصر عباس نیر، مابعد جدیدیت اطلاقی جہات(لاہور: سنگ میل پبلیشر،2018)، ص12

19. J.A Cuddon , Dictionary of literary terms and literary theories (London: Penguin Book, 1998), Page 689

20. Glenn Ward, Postmodernism, Teach Yourself Books, (London: 2004), Page 4

21۔ ناصر عباس نیر، جدید اور مابعد جدید تنقید(کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان،2004)، ص191

22. Peter Barry, Beginning theory, (Manchester UK: University Press, 1999), Page 84

23۔ دیوندر اسر، ادب کی آبرو(دہلی: پبلیشرز اینڈ ایڈورڈ ٹائزر،1996)، ص30۔40

24۔ ضمیر علی بدایونی، جدیدیت اور مابعد جدیدیت(کراچی: اختر مطبوعات،2004)، ص89

25۔ گوپی چند نارنگ، اردو مابعد جدیدیت پر مکالمہ(دہلی: اردو اکادمی،1998)، ص91

26۔ فہیم اعظمی، ماہنامہ صریر(کراچی: صریر پبلیکشنز، فروری2002)، ص75

27۔ وہاب اشرفی۔ انٹرویو عارف ہند، جاوید انور، مشمولہ سہ ماہی مباحثہ، پٹنہ اپریل مئی۔2004، ص89

28۔ وزیر آغا، معنی اور تناظر(سرگودھا: مکتبہء نردبان،1998)، ص217

29۔ قدوس جاوید، مابعد جدید تصور ادب، مشمولہ ماہنامہ آجکل شعبہ نشر و اشاعت حکومت ہند۔ دہلی، نومبر، 2001، ص9

30۔ گوپی چند نارنگ، اردو مابعد جدیدیت پر مکالمہ، ص76

31۔ ایضاً، ص46

32۔ فہیم اعظمی، ماہنامہ صریر(کراچی: صریر پبلی کیشنز، اکتوبر2001، جلد13، شمارہ4)، ص71

33۔ گوپی چند نارنگ، اردو مابعد جدیدیت پر مکالمہ، ص87

34۔ ناصر عباس نیر، مابعد جدیدیت اطلاقی جہات، ص19